نفسِ انسانی

از ڈاکٹر قاضی عبدالحمید صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

حقیقتِ انسانی تک پہنچنے کے صرف دو راستے ہیں، ایک نفسِ انسانی اور دوم فطرت۔ پہلا راستہ انسان کے نفس کی گہرائیوں میں سے گذر کر منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے اور دوسرا راستہ فطرت کے رموزِ سربستہ کو تلاش کرتا ہوا آخری منزل تک جاتا ہے دونوں کا منتہی نظر ایک ہے۔ اول الذکر نفس کی باطنیت پر زور دیتا ہے اور موخر الذکر فطرت کی خارجیت پر۔ نفس کی تحقیقات میں مشاہدہ سے کام لیا جاتا ہے اور فطرت کی تحقیقات میں مطالعہ سے۔ نفس کے مشاہدہ میں وحدت سے ہوتے ہوئے انسان کثرت کی طرف پہنچتا ہے اور فطرت کے مطالعہ میں انسان کثرت سے شروع کر کے بالآخر وحدت تک پہنچ جاتا ہے۔ منطقی طور پر نفس کے مشاہدہ میں طریقہ استنباط (Deduction) استعمال کیا جاتا ہے اور فطرت کے مطالعہ میں طریقہ استخراج Induction ماہرینِ نفسیات، فلسفی، صوفیا، اولیا اور پیغمبروں نے نفس کا وسیع اور گہرا مشاہدہ کیا ہے اس کے قوانینِ عمل کا پتہ چلایا ہے اور بالآخر اس کی حقیقت معلوم کر لی ہے۔ فطرت کا مطالعہ اہلِ سائنس یعنی علومِ طبیعیہ علم کیمیا علم نباتات اور علم ہیئت وغیرہ کے ماہرین نے کیا ہے۔ جس طرح نفسِ انسانی میں ایزدی قوانین جاری و ساری ہیں اور اس کے مطالعہ سے حقیقتِ اعلیٰ کا پتہ چل سکتا ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ — جس نے اپنی نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے خدا کو پہچان لیا

اسی طرح ایزدی قوانین فطرت میں بھی جاری و ساری ہیں۔ اسلئے جس نے فطرت کے قوانین کا پتہ چلالیا اس نے بھی خدا کا پتہ چلالیا۔ فطرت خدائی قانون یعنی سنۃ اللہ کی پابند ہے اور لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ

اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا۔ (تم اللہ کی سنت یعنی طریقۂ کار میں کوئی تبدیلی نہ پاؤگے۔

(۲)

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک اس کا جسم اور دوسرا اس کا نفس۔ جہاں تک انسان کے جسم کا تعلق ہے وہ عالمِ فطرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا نفس عالمِ ارواح سے۔ اس کا جسم عالمِ طبیعی کے قوانین کا پابند ہے لیکن اس کا نفس یا روح ان قوانین سے آزاد ہے۔ عالمِ طبیعی کے قوانین بہت حد تک میکانکی ہیں اور وہ علت و معلول کے سلسلہ کے پابند ہیں لیکن عالمِ ارواح یا عالمِ نفوس اس سلسلہ سے آزاد ہے۔ وہاں بھی علت و معلول کا سلسلہ کارفرما ہے لیکن وہ روحانی علت و معلول کا سلسلہ ہے جس کا قیاس مادی میکانکی علت و معلول کے سلسلہ پر نہیں کیا جا سکتا۔

انسان کے حواس جسمانی جسے حواسِ ظاہری بھی کہا جاتا ہے پانچ ہیں اور قدیم زمانہ سے حواس خمسہ کے نام سے مشہور ہیں۔ انسان اپنے ہاتھوں اور پیروں سے اشیا کو چھو سکتا ہے اور پتہ چلا سکتا ہے کہ اشیا نرم ہیں یا سخت، گرم ہیں یا سرد یا معتدل وغیرہ۔ اپنی ناک سے وہ چیزوں کو سونگھتا ہے اور ان کی خوشبو اور بدبو وغیرہ کا پتہ چلاتا ہے۔ اپنے کانوں سے وہ آوازوں کو سنتا ہے اور پتہ چلاتا ہے کہ وہ شیریں ہے یا کرخت۔ اپنی زبان سے وہ چیزوں کو چکھ سکتا ہے اور ان کے مزے کا پتہ چلا سکتا ہے اپنی آنکھ سے وہ چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کی حسن و خوبی، خرابی اور فاصلہ کا پتہ چلاتا ہے۔ یہ حواس خمسہ لیکن بالذات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ صرف ذریعہ ہیں جن کے توسط سے خارجی فطرت کے تاثرات دماغِ انسانی تک پہنچتے ہیں اور دماغ ان کو مرتب کرتا ہے اور ان کو ایک نظم اور وحدت دیتا ہے اور یہ تاثرات ایک ادراک کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو علمِ انسانی کی ایک شکل ہے۔ ادراک کے ذریعہ انسان کو اشیا کا علم ہوتا ہے۔

دماغ انسانی جسم میں غرضکہ ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ہاتھ، پیر، زبان، کان، ناک اور آنکھ کے ذریعہ تاثرات ذہنِ انسانی تک پہنچتے ہیں اور دماغ ان سے متاثر ہو کر فوراً پھر جسم کے اعضاء کو تاثرات سے متعلقہ

احکامات صادر کرتا ہے، فرض کیجئے آگ سے انسان کی انگلی جل گئی۔ اس صورت میں انگلی کے ذریعہ انسانی جسم سے گذر کر تاثرات دماغ تک پہنچتے ہیں اور دماغ فوراً پھر جسم کے ذریعہ انگلی تک احکامات صادر کرتا ہے کہ وہ آگ سے خود کو ہٹائے اور انگلی وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ دماغِ انسانی ایک مادی چیز ہے اور ہر وقت بجنسہ ایک ہی قسم کے محرکات کے باعث ایک ہی قسم کا ردِ عمل مرتب ہوتا تو دماغی اعمال کو صرف مادی محرکات کے ذریعہ سمجھایا جا سکتا تھا لیکن بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ جب انسان اپنی انگلی وہاں سے ہٹانا نہیں چاہتا تو وہ وہاں سے نہیں ہٹتی۔

یہاں ایک ایسے فعال عنصر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے جو دماغ کو جو کہ ایک مادی چیز ہے اپنے احکامات کا تابع بناتا ہے اور اسے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتا ہے اس فعال عنصر کو ذہن، نفس، یا روح کہتے ہیں۔ نفسیات میں ذہنِ انسانی کے اعمال کو کلیتاً مادی محرکات کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش یہاں کچھ بیکار سی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ نفسانی اعمال کے تاثرات ہر وقت انسانی جسم پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسمانی اعمال کے تاثرات نفسِ انسانی پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ جب انسان پر رنج و غم طاری ہوتا ہے جو کہ نفسی اعمال ہیں تو نہ اُسے بھوک لگتی ہے اور نہ اس کا ہاضمہ درست رہتا ہے جو کہ مادی افعال ہیں جب وہ شراب پی لیتا ہے اور مدہوش ہو جاتا ہے جو ایک مادی فعل ہے تو اس پر ایک سرور طاری ہو جاتا ہے جو ایک نفسی فعل ہے۔ جسم اور نفس کا یہ تعامل برابر جاری رہتا ہے لیکن یہ سمجھنا دشوار ہوتا ہے کہ کس طرح نفس جو کہ خواہش، فکر، امید، ارادہ، تخیل اور تذکر جیسے غیر مادی افعال کرتا ہے مادی تاثرات کا نتیجہ ہو سکتا ہے نفس کے بالمقابل جسم ایک مادی چیز ہے اور اس میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو عموماً مادے میں پائی جاتی ہیں یعنی صورت، حجم، وزن، مکانیت وغیرہ۔ یہ دونوں متضاد چیزیں نفس اور جسم کس طرح ایکدوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ ایک غیر مادی چیز جس میں نہ حجم ہے نہ وزن نہ مکانیت کس طرح مادی چیزوں سے ربط پیدا کر سکتی ہے اور ان میں تغیر پیدا کر سکتی ہے؟ اسی طرح مادی چیزیں جن میں نفس کے خواص نہیں

پائے جاتے کس طرح نفس میں اثرات پیدا کرتی ہیں؟ اسی دقت کے باعث ماہران نفسیات کے دو مذاہب ہیں ایک وہ جو ہر قسم کے نفسی تغیرات کو مادی محرکات کے ذریعہ سمجھانیکی کوشش کرتے ہیں اور دوم وہ جو ہر قسم کے مادی تغیرات کو نفسی محرکات کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔

(۳)

نفسی اعمال کو خارجی مادی محرکات کا نتیجہ ثابت کرنیکی بعض ماہرین نفسیات نے کوشش کی ہے قدیم یونان میں دیمقراطس نے نفس کو ایک لطیف مادہ قرار دیا تھا۔ انیسویں صدی میں سائنس نے جو فطرت کی جستجو کی اس سے اس کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور اس کے دعوے بھی بلند ہوگئے تھے۔ مادیت کا عام طور پر اہلِ علم میں غلبہ ہوگیا تھا۔ اس صدی کی مادی تحریک جس کے تعلق مابعد الطبیعات سے ہم بعد میں بحث کرینگے۔ اس وقت ہم صرف اسکی نفسیات پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں جو نفسی اعمال کو صرف مادی محرکات کا نتیجہ سمجھتی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ نفس صرف خارجی تاثرات کو قبول کرتا ہے نہ وہ خود کسی چیز کا محرک ہوسکتا ہے اور نہ اعمال پر کسی قسم کا دسترس رکھتا ہے۔ یہ نفسیات سرے سے نفس کے وجود ہی سے انکار کردیتی ہے یا اگر اس قسم کی کوئی چیز موجود ہے تو اس میں صرف اس چیز کا عکس پڑتا ہے جو پہلے جسم میں واقع ہوچکی ہے۔

انیسویں صدی عیسوی میں نفسِ انسانی کی اہمیت کو بہت گھٹانیکی کوشش کی گئی۔ ڈارون نے اپنے نظریہ ارتقا کو صرف مادی حوادث کے ذریعہ سمجھانیکی کوشش کی۔ ڈارون نے کہا کہ زندگی Amoeba[1] سے شروع ہوکر جمادات، نباتات اور حیوانات کے حدود طے کرکے آج کل کے ترقی یافتہ انسان تک پہنچی ہے۔ اس تمام ارتقا کے سلسلوں میں اس نے نفس کو مطلق نظر انداز کردیا، زندگی میں تبدیلی اور ترقی نسلاً بعد نسلٍ انواع میں جو تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس کے باعث ہوئی ہے۔ ڈارون سے جب پوچھا گیا کہ آخر یہ تبدیلی ہر سفر میں کیوں واقع ہوتی ہے تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دیسکا۔ فرانسیسی مادہ پرست لامارک نے

---

[1] زندگی کی سب سے اول اور سادہ ترین شکل۔

اس تبدیلی اور ترقی کو ماحول سے مطابقت اور عدم مطابقت کے ذریعہ ثابت کرنیکی کوشش کی، جو اشیا ماحول سے مطابقت پیدا کرتی ہیں وہ باقی رہتی ہیں اور جو مطابقت نہیں پیدا کرتیں وہ فنا ہو جاتی ہیں۔ غرضکہ ہر تبدیلی کو صرف ایک میکانکی عمل کے ذریعہ سمجھانیکی کوشش کی گئی۔ ارضیات کے علم نے ثابت کیا کہ زمین لاکھوں برس سے موجود ہے۔ علم الہیئت نے مکان کو اسقدر وسیع کر دیا کہ اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے، ہماری زمین ایک چھوٹا سا کرہ ہے، کائنات میں ایک ایک ستارہ اتنا بڑا موجود ہے جس میں ہماری زمین جیسے لاکھوں کرہ سما سکتے ہیں۔ اس تمام فضا میں زندگی اتفاقیہ وجود میں آگئی۔ وہ صرف مادی اثرات کے باعث وجود میں آئی ہے اور مادی تغیرات کے باعث اس میں بھی تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ جب سورج کی گرمی سرد پڑ جائیگی یا وہ ہماری زمین کو گرم نہ رکھ سکیگا تو انسانی زندگی کی شمع بھی بجھ جائیگی۔ یہ ایک اتفاقیہ چیز تھی جو اسی طرح فنا ہو جائیگی جس طرح وہ وجود میں آئی ہے۔ شعورِ انسانی بھی جو مادہ کا خود اپنا ذاتی احساس ہے ختم ہو جائیگا کیونکہ وہ صرف ایک مادی دماغ کی پیداوار ہے۔

امریکہ کا مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمس مادیت کو تسلیم تو نہیں کرتا لیکن اس کی نفسیات جذبات انسانی کو خارجی تاثرات ہی کا نتیجہ قرار دیتی ہے۔ امریکہ میں آجکل جو سب سے زیادہ مقبول نفسیات ہے یعنی (Behaviourist Psychology.) وہ تو انسان کے تمام نفسی اعمال کو صرف خارجی محرکات کا نتیجہ سمجھتی ہے۔ اس نفسیات کے ذریعہ قوت ارادی کو خارجی محرکات کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔؟ ارادہ کرنے کے معنی دراصل آزادی کے ہیں۔ جب ہم کسی کام کے کرنیکا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے افعال میں آزاد ہیں۔ ان آزادانہ افعال کو کس طرح خارجی محرکات کے ذریعہ سمجھایا جا سکتا ہے؟ خارجی محرکات کے ذریعہ بیشک بعض اعمال ایسے پیدا کئے جا سکتے ہیں جو ارادی افعال کے مشابہ ہوں جنھیں (Reflex action.) کہا جاتا ہے لیکن یہ افعال میکانکی ہیں اور قطعی ارادی افعال نہیں کہے جا سکتے۔

بہرحال پروفیسر واٹسن جو Behaviourist Psychology کے بانی ہیں آزادانہ قوتِ ارادی سے انکار کرتے ہیں۔ وہ علم کے حصول کیلئے باطنی مشاہدہ کو ایک لایعنی چیز قرار دیتے ہیں اور صرف خارجی اعمال کے مطالعہ کے ذریعہ تمام انسانی افعال کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ صرف انسان کے خارجی اعمال کے مطالعہ پر زور دیتے ہیں اور ان کا یقین ہے کہ ان اعمال کا اگر باقاعدہ علمی طور پر مطالعہ کیا جائے تو تمام نفسی اعمال کی تشریح ان کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک غور و فکر کوئی مستقل بالذات نفسی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ یہ دراصل ایک قسم کی خاموش گفتگو ہے جو انسان خود سے کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نفسی اعمال کے ساتھ بعض مادی اعمال وابستہ ہوتے ہیں، یہ مادی اعمال کسی حد تک داخلی اور خارجی محرکات کے ذریعہ بھی پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے ذریعہ شعور، غور و فکر اور قوتِ ارادی بھی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴)

اسی نقطہ پر پہنچکر مادی نفسیات کی عمارت گرنا شروع ہو جاتی ہے، غور و فکر، جمالی احساس محبت ارادہ اور دیگر نفسی اعمال کی تشریح مادی محرکات کے ذریعہ مطلق نہیں کی جاسکتی، ان افعال میں وہ خواص پائے جاتے ہیں جو مادہ کے خصائص نہیں ہیں۔ مادہ مکان کا پابند ہے لیکن انسان کا فکر، تصور، جمالی حسن اور ارادہ اس سے بالکل آزاد ہے، نفس انسانی زندگی کے ایک اصول کا ترجمان ہے اور زندگی طاقت، بہاؤ وحدت اور روح کا نام ہے۔ پھر بہت سے اور دیگر وجوہ ہیں جن کی بنا پر ہمیں ایک فعال نفس کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

تمام زندہ چیزوں میں ایک مقصد پایا جاتا ہے۔ مقصد کے معنی یہ ہیں کہ اس مقصد کا ان چیزوں کی نشو و نما پر اثر پڑتا ہے اور یہ چیزیں اس مقصد کے حصول کے لئے شعوری یا غیر شعوری طور پر جد و جہد کرتی ہیں۔ یہ مقصد ہمیشہ مستقبل میں حاصل کیا جاسکتا ہے اسلئے ایک ایسے آزاد نفسی وجود کو فرض کرنا

پڑتاہے جو صرف موجودہ خارجی مادی حرکات کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔

انسانی زندگی میں احتیاط اور امید بھی پائی جاتی ہے۔ انسان ایسی چیزوں کی امید کرتا ہے جو اسے مستقبل میں ملنے والی ہیں اور وہ ان کے لئے احتیاط سے کام کرتاہے۔ اس احتیاط کا تصور بھی ایک مستقبل میں ملنے والی چیز کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ ان خواص کے لئے بھی ایک آزاد نفس کا وجود تسلیم کرنا پڑتاہے۔

انسان کو اپنی ماضی کی چیزوں کی یاد باقی رہتی ہے۔ وہ خارجی محرکات جو گذشتہ زمانہ میں ایک خاص واقعہ کے پیدا کرنیکا باعث ہوئے تھے اب موجود نہیں ہیں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں اب اس واقعہ کو بغیر ان محرکات کے یاد کر رہا ہوں۔ یہ یاد میرے نفس میں موجود ہے جس کا اب خارجی محرکات سے تعلق نہیں ہے غرضکہ حافظہ نفس انسانی کے علیحدہ وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح گذشتہ زمانہ کے اثرات اس وقت تک ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں حالانکہ ان کے خارجی محرکات کا اب کسی جگہ بھی وجود نہیں ہے۔

حافظہ امید اور مقصد کی طرح انسان کے جذبات بھی اس پر شاہد ہیں کہ نفس انسان کا ایک علیحدہ آزادانہ وجود موجود ہے، محبت و نفرت رحم و کرم، ہمدردی، غصہ، خوف وغیرہ ایسے جذبات ہیں جن کو باوجود انتہائی کوشش کے بھی صرف خارجی محرکات سے سمجھایا نہیں جاسکتا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے باعث ایک خاص قسم کے جسمانی اعمال پیدا ہوتے ہیں لیکن نفس انسانی صرف جسمانی اعمال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ ان سے پرے ہو کر خود خیالات اور اعمال کی تخلیق کرتا ہے جن کے اثرات انسان کے جسم پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

ہماری نفسی زندگی پر یہ چیز بھی شاہد ہے کہ ہم الفاظ و عبارتوں میں معانی کا پتہ چلاتے ہیں۔ یہ عبارت جو ہم اس صفحہ پر لکھ رہے ہیں سوائے چند سیاہ لکیروں کے کچھ نہیں ہے۔ ان لکیروں کے جو مادی اثرات دماغ پر پیدا ہوں گے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان الفاظ کو پڑھکر لیکن ہمارے ذہن

میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں ان کی تشریح صرف ان مادی لکیروں کے ذریعہ نہیں کی جا سکتی، جب تک کہ ہم اپنے ذہن سے ان لکیروں کو کچھ معنی نہ دیں جو کہ ایک نفسی فعل ہے۔

انسان میں ترکیب و ترتیب کی قوت بھی پائی جاتی ہے۔ ہم بہت سے مختلف انفرادی تاثرات کو جو ہم خارج سے حاصل کرتے ہیں باہم متحد اور منظم کر دیتے ہیں اور اس طرح علم کی بنیاد پڑتی ہے نفس انسانی میں ترکیب کی ایک زبردست قوت پائی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ منفرد اشیاء میں ایک وحدت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وحدت منفرد تاثرات کے مجموعہ سے بہت زیادہ بڑی چیز ہوتی ہے۔ ترکیب کی اس قوت سے نہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک نفس انسانی موجود ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالق اور فعّال ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ انسان نہ صرف جسم اور دماغ کا مرکب ہے جو مادی ہیں بلکہ اس میں ایک ذہن یا نفس یا روح بھی موجود ہے جو ان دونوں سے آزاد ہے۔ اس نفس کا دماغ سے بڑا گہرا تعلق ہے وہ اس کا اسی طرح استعمال کرتا ہے جس طرح ایک سوار اپنے گھوڑے کا یا ایک موٹر ڈرائیور اپنی موٹر کا۔ نفس انسانی غرضکہ ایک فعال، حرکی، اور ترکیبی طاقت ہے۔ وہ خارجی تاثرات کو ایک شکل میں منظم کرتا ہے اور بعض اوقات وہ خارجی تاثرات سے آزاد ہو کر خود مادی اشیاء کی حرکت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ غرضکہ ایک تخلیقی عنصر ہے جو مادی دماغ کی پیداوار نہیں ہے۔

(۵)

قدیم ہند کا سب سے بڑا ماہر نفسیات "کپیلا" قدیم یونان کے بڑے حکما فلاطون اور ارسطو اور مسلم حکما میں سے امام غزالی اور ابن رشد وغیرہ سب نفسِ انسانی کا ایک علیحدہ آزاد وجود تسلیم کرتے ہیں جو فعال اور خالق ہے۔

اس نفس کے بہت سے خواص ہیں جنھیں قدیم ماہران نفسیات جبلتیں، جذبات، عقل اور قوتِ ارادی کہتے ہیں۔ جذبہ، عقل اور ارادہ میں نفس کی تقسیم ہزارہا برس سے چلی آرہی ہے، فلاطون نے اپنی

مشہور کتاب جمہوریت میں نفس کی یہی تقسیم کی تھی اور انھیں کی مناسبت سے خارجی دنیا میں انسانوں کو فلاسفہ سپاہی اور اہلِ تجارت میں تقسیم کیا تھا۔ چوتھا طبقہ غلاموں کا تھا جن کے متعلق خیال تھا کہ وہ کوئی نفسی وجود نہیں رکھتا، صرف مادی وجود رکھتا ہے اسلئے اسے ادنیٰ درجہ کا کام انجام دینا چاہئے۔ تقریباً اسی قسم کی نفسی تقسیم قدیم برہمنوں نے بھی کی تھی اور منو نے ان کی مناسبت سے ہندوؤں کو برہمن، کھتری، ویش اور شدر میں تقسیم کیا تھا۔

لیکن جذبہ، عقل، اور ارادہ کو نفسِ انسانی کی علیحدہ علیحدہ قوتیں تسلیم کیا جاتا تھا اور عموماً عقل کے تحت میں جذبات کو مرتب کرنیکی کوشش کی جاتی تھی۔ جدید تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ جذبہ، عقل اور ارادہ نفس انسانی کی علیحدہ علیحدہ قوتیں نہیں ہیں بلکہ وہ دراصل نفس انسانی کی مختلف کیفیات کا نام ہے۔ نفس کے متعلق اب یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ وہ مختلف قوتوں کا مجمع ہے یا وہ ایک ایسی چیز ہے جس میں مختلف صفات موجود ہیں جن کا کسی خاص وقت پر خاص طور پر اظہار ہوتا رہتا ہے بلکہ اس کا تصور اب ایک بہتے ہوئے دریا کا کیا جاتا ہے، جس میں طاقت اور زندگی پائی جاتی ہے۔ جب یہ دریا زور سے بہتا ہے تو اس وقت وہ خاص قسم کی کیفیت کا اظہار کرتا ہے اور جب مدہم ہوتا ہے تو اس سے خاص قسم کی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے اس کے بہاؤ کی نفسی کیفیت کے مطابق اس کی کیفیات کو جذبہ یا عقل کہا جاتا ہے۔ غرضکہ نفس کی قوتیں علیحدہ علیحدہ قوتیں نہیں ہیں بلکہ وہ تمام نفسِ انسانی کا ایک ہی عمل ہے جس کا اظہار کسی خاص وقت میں ہوتا ہے

تاثرا ور ادراک ہم اشیاء کو علیحدہ علیحدہ دیکھنے کے اسقدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہمارے لئے یہ تصور کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ دراصل ایک ہیں۔ آج تک خارجی تاثرات کو تمام علم کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، یہ تاثرات ذہنِ انسان پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ لیکن کانٹ نے ثابت کیا ہے کہ ذہنِ انسانی انھیں جوں کا توں قبول نہیں کرلیتا بلکہ ان منتشر اور پراگندہ تاثرات میں ایک نظم و وحدت کرتا ہے۔ ذہن کے باعث خارجی تاثرات میں جب ربط پیدا ہوجاتا ہے تو اُسے ادراک کہا جاتا ہے۔ تمام خارجی تاثرات بالآخر ایک ادراک کی

شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تقریباً تمام ماہران نفسیات آج کل اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ اشیاء کا ادراک بھی صرف ذہنِ انسانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

جبلت | جذبات کی تحلیل کر کے آجکل انھیں جبلتوں پر مبنی قرار دیا گیا ہے یہ جبلتیں حیوانوں اور انسانوں دونوں میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ ان جبلتوں کا تعلق خصوصاً غذا، جماعت اور جنسی خواہش سے ہے۔ تمام انسانوں میں ان چیزوں کی ایک زبردست خواہش پائی جاتی ہے ان کی کوئی تعلیم و تربیت نہیں کرتا اسی لئے انھیں جبلتیں کہا جاتا ہے۔ یعنی نفسِ انسانی کے وہ اعمال جو کسی قسم کی عقل غور و فکر اور تربیت و تعلیم کے بغیر سرزد ہوں۔ انسان کی مختلف جبلتوں کو بعض ماہرانِ نفسیات نے صرف ایک یا دو جبلتوں پر مبنی کرنیکی کوشش کی ہے مثلاً فرائڈ (وین کا مشہور ماہر نفسیات جس نے Psycho Analysis کی نفسیات پیش کی ہے) کہتا ہے کہ تمام جبلتوں کو تحلیل کر کے صرف خودی کی جبلت پر مبنی کیا جا سکتا ہے یہ خودی کی جبلت افراد کو شہوت کی جبلت کے ذریعہ جو کہ انسانی نوع کی تخلیق کی ذمہ دار ہے فنا ہونے سے بچاتی ہے۔ فرائڈ انسان کے تمام مادی اور نفسی اعمال کی گہرائیوں میں صرف جنسی جبلت کی کارفرمائی دیکھتا ہے پروفیسر میک ڈاگل (Mc.Dougall) چودہ جبلتوں کو بنیادی قرار دیتے ہیں اور وہ ہر جبلت کے ساتھ ایک جذبہ کو لازماً وابستہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً اپنے ذات کے تحفظ کی جبلت کے ساتھ خوف کا جذبہ لازماً وابستہ ہے اولاد کی تخلیق کی جبلت کے ساتھ جنسی شہوت کا جذبہ مربوط ہے اور سماجی جبلت کے ساتھ تنہائی کے احساس کا جذبہ۔ اسکے علاوہ میک ڈاگل مربوط جذبات کے وجود کو بھی تسلیم کرتا ہے مثلاً خوشی، ناامیدی، پریشانی شکر وغیرہ۔ انسان کی تمام جبلتوں اور جذبات کے مجموعہ کو انسانی سیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جبلت اور عقل | پروفیسر میک ڈاگل کا خیال ہے کہ جبلتیں بہت زیادہ قوی ہیں اور وہ انسان کے دوسری نفسی قوی کے ذریعہ دراصل صرف اپنے متعین کردہ مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ ارسطو بھی خواہش ہی کو بنیادی حیثیت دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مقاصد دراصل خواہشات مقرر کرتی ہیں اور عقل یعنی عملی عقل کا کام ہر

کہ وہ ان مقاصد کے حصول کیلئے ذرائع تلاش کرے۔ جبلتوں کو اسقدر قوی تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کی قوتِ ارادی اور عقل کو کسی بھی قسم کی آزادی حاصل نہیں ہے اور ان کا کام صرف جبلتوں کی اطاعت کرنا ہے۔ میک ڈاگل کے اس تصور میں مشکل اسلئے دکھائی دیتی ہے کہ وہ جبلتوں اور عقل کو ایک دوسرے سے علیحدہ تسلیم کرتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی نفس کے اعمال ہیں۔ ہمارے تمام اعمال کے اصل محرک جبلتیں ہیں بعض مرتبہ ان کا اظہار صرف جبلتوں کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً جب ہم غذا کی خواہش کرتے ہیں یا ہم میں جنسی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بعض مرتبہ وہ ایک عقلی فعل کی شکل اختیار کرتی ہیں مثلاً جب ہم ایک ریاضی کے مسئلہ کو حل کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غذا اور جنس خواہشات کی تکمیل جبلتوں کے ذریعہ ہوتی ہے اور ریاضی اور فلسفہ کے عقلی مسائل عقل کے ذریعہ حل کئے جاتے ہیں لیکن جبلت اور عقل دونوں میں موجود ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک دراصل ایک ہی دریا کی مختلف شاخیں ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عمل کی ابتدا صرف جبلتوں سے ہو بلکہ عقل اور ارادہ خود بھی اپنے افعال کو شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ سب ایک طاقت کے مظہر ہیں جو نفسِ انسانی کہلاتی ہے۔ نفس انسانی غرضکہ ایک مکمل وحدت ہے۔ ہم صرف اسکی صلاحیتوں کو سمجھنے کیلئے بعض اوقات جذبات اور بعض اوقات عقل اور ارادہ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتے ہیں، لیکن دراصل وہ بالکل ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے جس میں جذبات عقل اور ارادہ سے مخلوط پائے جاتے ہیں۔

ادراک اور عقل ہمارے تمام ادراک کو باہم ایک دوسرے سے مربوط کرنا یعنی ان میں معانی پیدا کرنا خیال کا کام ہے جس طرح ہم جبلتوں اور عقل میں فرق نہیں کر سکتے اسی طرح عقل اور خیال میں بھی فرق کرنا ناممکن ہے جس طرح خارجی تاثرات میں ادراک وحدت اور نظم پیدا کر دیتا ہے اسی طرح مختلف ادراک میں خیال ایک وحدت اور نظم پیدا کرتا ہے۔ ہم ادراک اور عقل کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ عقل ایک فعال عنصر ہے اور جس طرح کانٹ کہتا ہے کہ عقل اپنے اعیان کے ذریعہ ان مختلف ادراکوں کو ایک

وحدت دیتا ہے۔ وہ اعیان جو ادراک میں نظم و وحدت پیدا کر دیتے ہیں خاص طور پر زمان و مکان، کیفیت و کمیت وغیرہ ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک انسان جس کی آنکھوں پر سبز عینک لگی ہوئی ہے وہ اشیاء کو صرف سبز ہی دیکھ سکتا ہے وہ کبھی بھی اشیا کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا جس طرح کہ وہ موجود ہیں۔ انسان کو اس طرح اشیا کا کبھی بھی علم نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اشیاء کو صرف اپنے ذہنی اعیان کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ نفسیات میں یہ وہ نقطہ ہے جہاں سے عین فلسفیانہ نظامات کی ابتدا شروع ہوتی ہے جو عقل کو ہی حقیقت کی اصل قرار دیتے ہیں اور خارجی دنیا کو صرف اس کا ایک آلۂ کار۔

عہد جدید کے تقریباً تمام ماہران نفسیات اس پر متفق ہیں کہ نفس ایک وحدت ہے اور جذبہ عقل اور ارادہ صرف اس کے مختلف مظاہرات ہیں۔ پروفیسر جوڈ کہتے ہیں کہ "خالص جذباتی، عقلی اور ارادی تجربات کا وجود نہیں ہے ان تمام مظاہرات کی مثال سمندر کی لہروں کی سی ہے جو ہمیشہ اپنی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ یہ موجیں ہمیشہ ایک دوسرے میں مدغم ہوتی رہتی ہیں اور نہ ان کا ایک دوسرے سے کوئی علیحدہ وجود ہے اور نہ وہ سمندر سے کوئی علیحدہ وجود رکھتی ہیں"

پروفیسر اشپرانگ بھی نفسِ انسانی کی اسی وحدت پر زور دیتے ہیں، وہ نفس مظاہرات کی چھ خاص شکلیں بتلاتے ہیں، یعنی علمی، سیاسی، معاشی، سماجی، جمالی اور مذہبی، کسی ایک خاص وقت پر یا ایک خاص انسان میں ایک نفسی کیفیت کے غالب ہونیکے باعث اسکو ان چھ قسموں میں سے کسی ایک قسم میں رکھا جا سکتا ہے لیکن ہر قسم کے انسان میں یہ چھ خصائص موجود ہوتی ہیں ایک سیاسی انسان مذہبی کیفیت سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ایک سماجی انسان جمالی حس سے۔ البتہ ان کیفیتوں کی شدت اور کمی کے باعث ان میں باہم تفریق کی جا سکتی ہے۔

(۶)

مسلم ماہرین نفسیات بھی نفس کو جسم سے آزاد ایک مستقل بالذات فعال اور خالق طاقت تسلیم کرتے

ہیں۔ قرآن میں کائنات کی اس زندہ اور فعال طاقت کو ایک ہی جامع لفظ یعنی وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی وحی کے ذریعہ اشیاء اپنی زندگی کے لئے غذا حاصل کرتی ہیں اور آئندہ نشو و نما کیلئے ضروری طاقت۔ قرآن میں اس وحی کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ وحی جو تمام کائنات میں مشترک ہے حتیٰ کہ جمادات میں بھی موجود ہے۔ یہ زندگی اور نظم کی وہ عالمگیر طاقت ہے جس کے باعث تمام نظامِ کائنات چل رہا ہے اور جس کے باعث وہ اپنی انتہائی نشو و نما کی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ خدا نے زمین پر وحی کی۔

۲۔ وہ وحی جو تمام حیوانوں اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان یعنی انسان میں پائی جاتی ہے۔ اس وحی کے باعث یہ اپنے مادی وجود کو باقی رکھتے ہیں۔ آجکل کی علمی زبان میں اسے جبلت کہتے ہیں اور یہ جبلتیں بہت سی ہیں جن میں وہ جبلتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کا تعلق انسان کی غذا اسکی جنسی شہوت اور سماج سے ہے۔ غذا کے ذریعہ انسان اپنا مادی وجود باقی رکھتا ہے، جنسی شہوت کے ذریعہ وہ اپنی نسل کو باقی رکھتا ہے اور سماجی احساس کے باعث ایک مشترکہ زندگی گذار کے نفسی اور تمدنی ترقی کرتا ہے۔ اس وحی کے ذریعہ جہاں مکھیاں اپنا وجود قائم رکھتی ہیں وہاں انسان بھی زندہ رہتا ہے۔ خدا نے مکھیوں پر وحی نازل کی جس کے باعث وہ پہاڑوں اور درختوں پر اپنا گھر بناتی ہیں۔

۳۔ وہ وحی جو نیک انسانوں میں پائی جاتی ہے اس کا اظہار سلیم عقل کے ذریعہ حکمت میں ہوتا ہے قوت ارادی کا اظہار ضمیرِ انسانی کے ذریعہ ہوتا ہے، اور جذبہ کا ایک جمالی حس کے ذریعہ۔ یہ طاقتیں نفسِ انسانی کو نشو و نما کی آئندہ منازل کی طرف رجوع کرتی ہیں اور اس کی تمام امکانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کی حتی الامکان نشو و نما کرتی ہیں۔ قرآن میں ہے اے موسیٰ ہمنے تمہاری ماں پر وحی نازل کی۔

وحی کی انتہائی ترقی یافتہ شکل الہام ہے جو صرف پیغمبروں کو ہوتا ہے اس کے ذریعہ برگزیدہ نفوسِ انسانی اس ملکوتی طاقت کا اکتساب کرتے ہیں جو کائنات کی انتہائی اخلاقی اور روحانی نشو و نما کیلئے

ازبس ضروری ہے پیغمبروں پر جو وحی نازل ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل اقسام کی ہوتی ہے۔

۱۔ ایک داخلی وحی یعنی دل میں ایک چیز کا القا ہو جانا جسطرح حضرت ذکریاؑ کو ہوئی تھی۔

۲۔ سچے خواب کے ذریعہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو دکھائی دئے تھے۔

۳۔ ایک صاف اور واضح شکل میں جس طرح وحی آنحضرت محمد صلعم کو ہوا کرتی تھی۔

۴۔ جبرئیلؑ بغیر ایک انسانی جامہ لئے آنحضرت صلعم کے قلب پر اثرانداز ہوتے تھے۔

۵۔ جبرئیلؑ ایک انسانی شکل میں نمودار ہوتے تھے۔

صوفیا جبرئیلؑ کو ایک پیمبرانہ روحانی طاقت تسلیم کرتے ہیں جو عالم تشبیہ میں آکر خدا کا پیام پہنچاتی ہے اور یہ پیغمبر کی ذات سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہوتی۔

(۷)

قرآن کی پیش کردہ اس نفسیات کی روشنی میں مسلم حکما اور فلاسفہ نے اپنی نفسیات مرتب کیں۔ ابن مسکویہ نظریہ ارتقا کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان عالم جمادات، نباتات اور حیوانات سے ترقی کرتا کرتا انسانیت کے درجہ تک پہنچا ہے اسلئے اس میں اسوقت تک ان تمام عالموں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ اسکے مادی جسم کا تعلق عالم جمادات و نباتات سے ہے۔ جبلتیں عالم حیوانات سے تعلق رکھتی ہیں۔ انسانیت میں ان سے عقل اور ارادہ کی صفات حاصل کرلی ہیں۔ ابنِ مسکویہ خارجی تاثرات کو علم کی سب سے ادنیٰ قسم قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد ادراک کی قوت آتی ہے جس کے ذریعہ خارجی اشیا کا مطالعہ ہوتا ہے۔ یہ نفس انسانی کی وہی داخلی فعال طاقت ہے جسے کانٹ بھی ادراک کہتا ہے اسکے بعد وہ اپنی عقل کے ذریعہ غیر مادی چیزوں کا احصا کرتا ہے، یہ قوت کانٹ کی عقل کی قوت سے مشابہ ہے جو اپنے ... یان کے ذریعہ مختلف ادراکوں میں ایک ربط پیدا کر کے علم کا موجب ہوتی ہے۔ اس کے بعد ابن مسکویہ وحی کی قوت کو تسلیم کرتا ہے جو پیغمبروں کا حصہ ہے۔ اس قوت کے وجود کا پتہ مغربی فلاسفہ میں نہیں چلتا لیکن وہاں کے صوفیا بھی اس قوت کو تسلیم

کرتے ہیں۔ وحی کے بعد ابن مسکویہ ملکوتی اور الٰہی طاقتوں کو تسلیم کرتا ہے جو ملائک اور خدا کا حصہ ہیں۔

ابن سینا بھی ارتقا میں یقین رکھتا ہے اور نفس انسانی کی صلاحیتوں کو خارجی اور داخلی صلاحیتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ خارجی صلاحیتیں ہیں۔ دیکھنا، چکھنا، سونگھنا، سننا، چھونا، گرم اور سردی کا احساس، نرمی اور سختی کا احساس۔ داخلی صلاحیتیں ہیں۔

	(۱) وہم
(۲) قوتِ متخیلہ	(۳) حافظہ
(۴) قوتِ مصورہ	(۵) حسِ مشترکہ
(۶) عقل	(۷) نفس ناطقہ

ابن رشد نفسِ انسانی کو نفسِ کلی کا مظہر سمجھتا ہے جس نے اس دنیا میں ایک انفرادی جامہ اختیار کر لیا ہے اور جو موت کے بعد نفسِ کلی میں پھر جذب ہو جائیگا۔ اس نفس کے دو پہلو ہیں ایک فعلی (Active) اور دوسرا انفعالی (Passive)۔ اس کے فعالی عنصر کو نفسِ ناطقہ بھی کہتے ہیں جسکا تعلق نفسِ کل سے ہے فعال عنصر کی فطرت بلندی کی طرف جانیکی ہے اور انفعالی دنیا کی طرف مائل رہتا ہے۔ غرضکہ ابن رشد

(۱) نفسِ کل یا عقلِ کل کو تسلیم کرتا ہے جو تمام کائنات میں زندگی پہنچاتا ہے اور اسکی نشوونما کرتا ہے۔

(۲) انفرادی نفس جو اس نفس کلی کا صرف ایک پرتو ہے جو تعلق آفتاب اور اس کی کرنوں میں ہے وہ نفسِ کلی اور انفرادی نفس میں ہے۔

ملا عبدالرزاق لاہیجی دس خارجی اور دس داخلی حواس کو تسلیم کرتا ہے۔ خارجی حواس میں آنکھ سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ اہم ہے۔ داخلی قوی ہیں۔ خیال، وہم، حافظہ، قوتِ مصورہ، حسِ مشترک وغیرہ انسانی نفس کا تعلق مادہ اور روح کلی دونوں سے ہے۔

ملا عبدالرزاق کانٹ کی طرح عقل کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں نظری اور عقلی۔ نظری عقل کے نشوونما کی۔ پھر انھوں نے مندرجہ منازل قرار دی ہیں۔

۱۔عقل بالقوۃ۔ (جو امکانی طور پر موجود ہو۔)

۲۔عقل بالملکہ۔ (جو چیزوں کا ادراک کرے)

۳۔عقل بالفعل۔ (جو واقعی موجود ہو)۔

۴۔عقل مستفاد۔ (جو تمام تصورات کا ادراک کرے)۔

عملی عقل کی مندرجہ ذیل منازل بتائی گئی ہیں۔

۱۔تجلی۔جس کے ذریعہ انسان فطرت اور مذہب کے قوانین کی پیروی کرتا ہے۔

۲۔تخلیہ۔جس کے ذریعہ انسان اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرتا ہے۔

۳۔تذکرہ۔اچھی عادات کو جس کے ذریعہ انسان قائم رکھتا ہے۔

۴۔فنا۔جس کے ذریعہ انسان اپنی ادنیٰ فطرت سے علیحدہ ہو کر اپنا رشتہ اپنی اعلیٰ فطرت سے جوڑتا ہے۔

صوفیا میں مولانا جلال الدین رومی نے نظریۂ ارتقا کو مثنوی میں متعدد جگہ پیش کیا ہے۔انسان عالمِ جمادات، نباتات اور حیوانات طے کرتا ہوا عالمِ انسانیت تک پہنچا ہے اور مولانا روم اسے یقین دلاتے ہیں کہ وہ فنا نہیں ہوگا بلکہ وہ عالمِ ملکوت میں جا کر داخل ہوگا۔ وہ نفسِ انسانی کے قوی حیوانی، انسانی اور ملکوتی قرار دیتے ہیں، وہ انسان کے جمالی پہلو پر بھی زور دیتے ہیں۔عشق میں انسان کی نفسی زندگی کا بدرجہ کمال اظہار ہوتا ہے جو نہ صرف نفسِ انسانی کی زندگی اور نشو و نما کا اصول ہے بلکہ تمام کائنات کیلئے یہ سرشتہ کا کام دیتا ہے۔آدمی چاہتے ہیں کہ انسان کا ملکوتی عنصر اسکے تمام دوسرے عناصر پر غلبہ حاصل کرلے۔

عبدالکریم ابن ابراہیم جیلی "انسانِ کامل" کے مصنف کہتے ہیں انسان چار عناصر سے مرکب ہے۔ (۱) خارجی عناصر یعنی اس کا جسم۔(۲) داخلی زندگی یعنی اس کا نفس۔ (۳) داخلی شعور جسے وہ سرِ زندگی کہتے ہیں (۴) روح القدس یعنی انسان کا روحانی پہلو جس کے متعلق قرآن میں ہے کہ " میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی۔ نفخت فیہ من روحی

اس روح القدس کا جب نفسِ انسانی کو مکمل شعور ہو جاتا ہے اسوقت وہ اپنی انتہائی روحانی ترقی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ انسان کو خود اپنے آپ کو پہچاننے کے یہی معنی ہیں کہ اسے یہ روحانی شعور حاصل ہو جائے

عبدالکریم جیلی انسان میں آٹھ قوتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ (۱) عقل اول یا عقل کلی کا وہ حصہ جو انسان کو میسر آتا ہے۔ (۲) عقل وہ عام انسانی عقل جو انسان کو ملتی ہے۔ (۳) وہم یعنی انسان کی جذباتی قوت۔ (۴) قوتِ فکریہ۔ (۵) قوت خیال۔ (۶) قوتِ مصورہ (۷) قوت حافظہ۔ (۸) قوت ذاکرہ یعنی چیزوں کو یاد کرنے کی قوۃ۔

عبدالکریم جیلی انسانی نفس کو ایک آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا رخ خدا کی طرف ہے اور جس میں اس کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔ آئینہ کا دوسرا حصہ اسکی پشت ہے جو انسان کی مادی فطرت ہے، جب آئینہ کی پشت بھی اس کے مجلّی رخ کی طرح روشن ہو جائے تو انسان اپنی انتہائی روحانی ترقی پر پہنچ جاتا ہے

امام غزالیؒ بھی انسان میں حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی تسلیم کرتے ہیں، باطنی حواس کے ذریعہ انسان کو حقیقتِ اعلیٰ کا علم ہوتا ہے، نفسِ انسانی کا تعلق جسم سے مادی قلب کے ذریعہ ہے اس مادی قلب کے علاوہ ایک روحانی قلب موجود ہے جو انسان کا تعلق عالمِ ارواح سے پیدا کر دیتا ہے۔ اس روحانی قلب کی صفات ہیں قوت ارادی، طاقت اور علم وغیرہ۔ اور ان قوتوں کا اظہار ادراک کے ذریعہ ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے ذہنی قویٰ کی پانچ قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) قوتِ تخیل۔ (۲) قوتِ تفکر

(۳) قوت تذکر (۴) قوت حافظہ

(۵) حسِ مشترک۔

عقل سے امام غزالیؒ کا مفہوم صرف اس قوت سے نہیں ہے جو چیزوں پر غور و فکر کرتی ہے اور تاثراتِ خارجی کو ایک نظم میں لاتی ہے، بلکہ یہ ایک بالذات قوت ہے جو انسان کی تمام نشو ونما کی ذمہ دار ہے

اگر انسان کو یہ عقل میسر ہوتی ہے تو اُسے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی انتہائی نشوونما کر سکتا ہے اور ملائک کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

یُؤتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جسکو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔

اسلامی نفسیات پر ایک مختصر نظر ڈالنے سے ہمیں پتہ چلا کہ وہ نفس، روح، ذہن یا عقل کو ایک آزاد مستقل بالذات عنصر تسلیم کرتے ہیں اور جبلتیں، جذبات، عقلی غور و فکر، جمالی احساس، قوت ارادی الہام اور وحی کو وہ اس کی مختلف کیفیتیں سمجھتے ہیں، نفس انسانی ایک طرف جسم یعنی مادہ پر حکومت کرتا ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق عالمِ ملکوت اور عالم الٰہی سے ہے۔

خلاصہ:۔ مشرق اور مغرب کے ماہران نفسیات کی تحقیقات کی روشنی میں ہم انسان کے مختلف نفسی قوی (بہتر ہے کہ ہم انھیں اب نفسِ انسانی کی مختلف کیفیات کہیں) کا مندرجہ ذیل خاکہ بنا سکتے ہیں۔

۱۔ جبلتیں وجذبات:۔ جبلتوں میں سب سے زیادہ اہم مندرجہ ذیل جبلتیں ہیں۔

(الف) وہ جبلتیں جن کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی کی بقا سے ہے مثلاً بھوک و پیاس کی جبلتیں۔

(ب)۔ وہ جبلتیں جن کا تعلق انسان کی بقائے نسل سے ہے۔ مثلاً جنسی خواہشات، اپنے بچوں کیلئے ماں کی محبت وغیرہ۔

(ج)۔ وہ جبلتیں جن کا تعلق انسان کے سماجی احساس سے ہے مثلاً اپنے ہم جنسوں کے ساتھ زندگی گذارنے کی خواہش۔

ان کے علاوہ اور بھی جبلتیں انسان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام جبلتیں بالآخر جذبات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ مثلاً انسان میں خوف، شہوت، اور تنہائی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جبلتوں کے باہم مخلوط ہو جانے سے تشکر، دہشت، ناامیدی پریشانی اور خوشی جیسے مخلوط جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ قوتِ ادراک:۔ یہ مختلف خارجی تاثرات میں جو حواسِ خمسہ کے ذریعہ دماغ تک پہنچتے ہیں ایک نظم

اور وحدت پیدا کرتی ہے۔ حواس خمسہ اور دماغ کا البتہ نفس سے بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ ذہن انھیں اُسی طرح استعمال کرتا ہے جس طرح ایک موٹر ڈرائیور اپنی موٹر کو۔

۳۔ قوتِ عقل :۔ وہ قوت جو اپنے اعیان مثلاً زمان ومکان کیفیت اور کمیت وغیرہ کے مختلف ادراکوں میں وحدت پیدا کرتی ہے اور نیز علم کی بنیاد رکھتی ہے۔

۴۔ قوت حافظہ :۔ جس کے ذریعہ انسان اشیاء کو اپنے نفس میں محفوظ رکھتا ہے اور عہدِ ماضی کے واقعات کو یاد رکھتا ہے۔

۵۔ قوتِ ارادی :۔ جس کے ذریعہ انسان عمل کرنیکا فیصلہ کرتا ہے۔

۶۔ قوتِ جمال :۔ جس کے ذریعہ انسان کائنات میں حسن وہم آہنگی دیکھتا ہے۔ شاعرانہ حس اس قوتِ جمال کی ایک قسم ہے۔

۷۔ قوتِ وجدان :۔ جس کے ذریعہ انسان بغیر غور وفکر کے اشیاء کی حقیقت کا احصا کر لیتا ہے۔ یہ نفس کی صلاحیتوں کی انتہائی نشو ونما کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس طاقت کے ذریعہ انسان ایک ماورٰی شعوری کیفیت کی وساطت سے حقیقتِ اعلیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ جب یہ طاقت اس درجہ پہنچ جاتی ہے تو اسے ولایت یا الہام کی طاقت بھی کہتے ہیں۔ نبوت کی صلاحیت یا وحی الٰہی بھی اسی طاقت کی انتہائی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس طاقت کے ذریعہ انسان ایک وجدانی کیفیت کے ذریعہ حقیقتِ اعلیٰ کا احساس کرتا ہے اور انسانیت کی نشو ونما کیلئے اس حقیقت سے زندگی کیلئے نئی اخلاقی اور روحانی طاقتیں حاصل کرتا ہے۔ یہ طاقت ملکوتی طاقت سے بہت مشابہ ہے اور انسان کا تعلق عالم الٰہی سے پیدا کر دیتی ہے۔

ہم اس بات پر پھر دوبارہ زور دینا چاہتے ہیں کہ یہ تمام جبلتیں، جذبات، عقل، ارادہ، جمالی حس، وجدان اور روحی وغیرہ کی قوتیں ایک متحدہ نفس کی قوتیں ہیں۔ یہ روحِ انسانی کی صفات ہیں

یہ قوتیں اور صفات ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں بلکہ نفس کے مختلف مظاہرات کے وقت ان کی شدت، کمی اور نوعیت کے اعتبار سے ان کو مختلف نام دیدیئے گئے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جذبہ عقل اور ارادہ کی قوتوں میں سے سب سے مقدم کونسی قوت ہے تو کہا جائیگا کہ وہ قوتِ ارادی ہے کیونکہ قوتِ ارادی ہی کے باعث نفسِ کلی نے اپنا اظہار کیا ہے جس کا نفسِ انسانی صرف ایک پرتو ہے۔

کن فیکون - ہوا اور بس گیا

یہ جذبہ کُن ہی دراصل تمام کائنات کے وجود کا باعث ہے اور دیگر تمام مظاہرات اسی کا پرتو ہیں۔ مختلف انسانوں میں یہ نفسی قوتیں مختلف تناسب سے پائی جاتی ہیں جس کے باعث ہم انسانوں کی نفسی تقسیم کرسکتے ہیں۔ مثلاً جن میں عقلی قوت زیادہ پائی جاتی ہے انھیں فلاسفہ کہا جاتا ہے اور جن میں جمالی حس کی زیادتی ہوتی ہے وہ شعرا کہلاتے ہیں۔ جن میں ولایت کی وجدانی کیفیت ہوتی ہے وہ صوفیا اور اولیا کہلاتے ہیں۔ قوتِ وجدان کا بدرجہ اتم اظہار پیغمبروں کی ذات میں ہوتا ہے۔

ترجمۂ قرآن کے لئے ایک مفید اور معتبر کتاب

تیسیر القرآن

صوبۂ بہار کے مشہور عالم مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی نے اس کتاب کو براہ راست فہم قرآن کیلئے بڑے سلیقہ اور جانفشانی سے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب کی مدد سے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی صلاحیت زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سال میں پیدا ہوسکتی ہے بشرطیکہ مولف کے بتلائے ہوئے طریقہ پر توجہ سے عمل کیا جائے۔ کتاب عربی مدارس کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق ہے۔ صفحات ۸۰۔ بڑی تقطیع قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ :- مکتبہ برہان قرول باغ دہلی